لئے جیسا کہ یہ مردوں پر واجب ہے۔عورت کے لئے اتنا علم (فقہ) سیکھنا واجب ہے جو اس کے لئے خاص ہے جیسا کہ مردوں کے لئے واجب ہے۔

مسلمان عورت اور اسکے طریق کے بارے میں ہمیں بے شمار احکام اسلام کے ذریعہ پہنچے ہیں اور انہیں تمام مسلمان اختلاف اقوال ومذاہب کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

مخلوط ثقافت

مخلوط ثقافت جو مغرب کے نعرہ ''آزادی نسواں'' اور ''حقوق نسواں'' کی اصل جان ہے، اسلامی نظریہ کے بالکل برعکس ہے۔ جب عورتیں کمانے کی خاطر گھروں سے باہر نکل آتی ہیں، تو پھر مردوں کے ساتھ کام کرنے کے لئے انہیں آہستہ آہستہ شرم وحیاء کو بھی جواب دینا پڑتا ہے۔ برقعہ، چادر اترتی ہے پھر سر ننگے ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ گلے اور آستینیں عریاں ہونے لگتی ہیں پھر کپڑے، زیور، میک اپ، فیشن اور آرائش وزیبائش کی ایک دوڑ شروع ہو جاتی ہے اور عورتیں اپنی کمائی کا بیشتر حصہ اپنے ہی کپڑے زیور اور میک اپ وغیرہ پر پھونک ڈالتی ہیں۔ دوسری طرف اس سے معاشرہ میں بے حیائی اور عریانی کا سیلاب شروع ہو جاتا ہے، ہوسناک نگاہیں تعاقب کرتی ہیں، چھیڑ خانی شروع ہوتی ہے۔ پھر عورتیں شکایت کرتی ہیں کہ مرد ہمیں چھیڑتے ہیں، جب آپ خود ہی دعوت نظارہ دے رہی ہیں تو الزام مردوں پر کیوں؟ کچھ نگاہ اپنے طرز عمل پر بھی تو ڈالنی چاہئے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

ایسی ہی خواتین کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ما ترکت من بعدی فتنة اضرّ علی الرجال من النساء

(بخاری، کتاب النکاح)

''میں نے اپنے بعد عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ مردوں کے لئے ضرر رساں نہیں چھوڑا۔''

آپ ﷺ کا ایک اور فرمان ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے:

''عورت پردہ کی چیز ہے۔ جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاک جھانک کرتا رہتا ہے۔''

پھر دفتر، دکان، کارخانہ میں غیر مردوں کے ساتھ کام کرنا، ان کا سیکرٹری بننا، ان کی خدمت کرنا، کیا اسی کا نام ترقی ہے؟ کیا یہی دورِ جدید کا تقاضا ہے کہ گھر میں اپنے شوہر اور اپنے بچوں کے کام نہ کرو؟ گھر کی چاردیواری میں رہنا تو قید کے برابر ہے، یہ تو رجعت پسندی ہے، یہ تو پرانا طریقہ ہے۔۔۔لیکن اگر وہی عورت ہوائی جہاز میں ایئر ہوسٹس بن کر چار سو آدمیوں کو کھانا کھلائے، ان کے سامنے ٹرے سجا کر لے جائے اور ان چار سو ہوسناک نگاہوں کا نشانہ بنے یا ہوٹل میں ویٹرس بن کر ہر ایک کی خدمت کرے، کسی کی سیکرٹری بن جائے کہیں ٹیلیفون آپریٹر ہو جائے، سٹینو گرافر بن جائے، کال گرل بنے، گلوکارہ یا فلمسٹار بن کر سامعین اور حاضرین کے دل لبھائے، ماڈل گرل بن کر جسم کی نمائش کرے تو یہ سب آزادی اور ترقی ہے مگر گھر میں شوہر، بچوں، والدین کے لئے کام کرے تو یہ رجعت پسندی ہے۔ خوب کہا کسی نے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آج کی مادہ پرستانہ تہذیب نے پیسے کو ہی سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔ تنخواہ اور

مساوات کے لالچ میں عورت نے جو وقت گھر سے باہر خرچ کیا، اس میں کوئی خیر و برکت نہیں، اس میں کوئی راحت و تسکین نہیں۔ اس کے مقابلے میں وہ وقت جو ایک مومن عورت اپنے گھر میں اپنے شوہر اور بچوں پر خرچ کرتی ہے، وہ اس کی زندگی کا حاصل اور اس کے لئے سچی راحت، خوشی اور سکون کا باعث ہے۔ اس کے بعد اصل معاوضہ و اجر اللہ کے ہاں ملے گا (تاہم اگر کوئی عورت کسی واقعی مجبوری کے تحت پردہ و حجاب کی حدود کو ملحوظ رکھ کر کام کرے تو اسلام اس پر کوئی قدغن عائد نہیں کرتا ہے بلکہ ایسی عورت بھی اللہ کے ہاں اجر کی مستحق ہے)

تیسرا باب

مسلمان عورت سے دین کے تقاضے

آج تہذیب جدید نے کچھ ایسا فریب دے دیا ہے کہ ''گھر کی نصف آبادی بے کار پڑی ہے، اس کو ملک کی خدمت کے لئے باہر نکالو،، اور مسلمان عورت اس فریب کا شکار ہو گئی ہے۔ جب اللہ ہم سے یہی تقاضا کرتا ہے کہ تمہارے ذمے دنیا کے کسی فرد کی خدمت واجب نہیں، نہ تمہارے کندھوں پر کسی ذمہ داری کا بوجھ ہے، تم ہر بوجھ اور ذمہ داری سے آزاد ہو۔ **لیکن صرف ایک بات ہے کہ اپنے گھروں میں قرار سے رہو، اپنے شوہر کی اطاعت کرو، اپنے بچوں کی تربیت کرو، یہی تمہارا فریضہ ہے، اس کے ذریعے سے تم قوم کی تعمیر کر رہی ہو، ملکی ترقی، مسلمانوں کی ترقی، مستقبل کی تعمیر میں اپنا پورا حصہ ڈال رہی ہو۔۔۔۔** آخرت میں اس کا پورا پورا اجر وصول کرو گی۔ یہ جو عزت کا مقام ہمیں اللہ دے رہا ہے۔۔۔ دنیا کا سکون اور آخرت کا اجر، کیا یہ بہتر ہے یا وہ ذلت کا مقام جو گھر سے باہر نکل کر عورت کو سہنا پڑتا ہے؟

پھر جب خواتین دوہرے بوجھ اٹھاتی ہیں، اپنے فطری وظائف بھی ادا کرتی ہیں اور کسب معاش میں بھی حصہ ڈالتی ہیں۔ تو کیا اس طرح وہ اپنے گھر میں عزت کا مقام پا لیتی ہیں؟ تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ دوگنا کام کرنے کے باوجود شوہر کبھی عورت کا شکر گزار نہیں ہوتا، اس کی فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ عورت پر غلبہ و کنٹرول رکھے۔ بسا اوقات مرد حضرات یہ دیکھ کر کہ اب ان کی بیویاں کما رہی ہیں،

خود کسب معاش میں ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ سارا دن گھر میں پڑے اینڈتے رہتے ہیں اور تھکی ماندی عورت کے اوپر حکم چلاتے رہتے ہیں۔

آخر اکیلی عورت ہی قوم کی تعمیر کی ذمہ دار کیوں؟ کیوں عورت مردوں کے مقابلے پر آنے کے لئے اپنی جان ہلکان کر رہی ہے؟ لاکھ کمائی کرے مگر وہ مرد نہیں بن سکتی، رہے گی عورت ہی البتہ اس کی کمائی کے بل بوتے پر اس کا شوہر گل چھرے ضرور اڑاتا ہے اور ساتھ اسے ذہنی دباؤ میں بھی مبتلا رکھتا ہے۔ مساوات کا نعرہ ہے ہی غیر فطری اور غیر طبعی۔ آخر مساوات مرد و زن کا نعرہ لگا کر عورت کو مرد بننے پر کیوں مجبور کیا جا رہا ہے؟ کبھی کسی مرد نے عورت بننے کی کوشش کی ہے اگر یہ مساوات فطری ہے تو پھر لازماً مردوں کو بھی عورتوں کے برابر آنیکے لئے مظاہرے اور جلسے جلوس کرنے چاہئیں تھے۔ عورتوں کو سوچنا چاہئے کہ ان کی نسائیت کو اس نعرے سے کتنا شدید نقصان پہنچا ہے۔ اللہ و رسول ﷺ نے تو عورت کو صنف نازک قرار دے کر اس کو دلجوئی کرنے کا حکم دیا تھا، یہاں عورتیں خود ہی اپنی نزاکت کو لات مار کر مرد بننا چاہتی ہیں۔ اس سے وہ مرد تو نہ بن سکیں، لیکن مردوں کی نسبت دوہرے کام پر مجبور ہو گئیں۔

میں بلبل نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو داتا دے

اسلامی اور مغربی نظریہ کا تقابلی جائزہ

اہل مغرب مرد و زن میں جس مساوات کے قائل ہیں، اس کا سیدھا سادھا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو یکساں صلاحیتیں اور قوتیں دی ہیں۔ جو کچھ مرد کر سکتا ہے بعینہ وہ سب کچھ عورت بھی کر سکتی ہے۔

لہٰذا معاشرہ میں دونوں کا دائرہ کار بھی یکساں ہونا چاہئے اور حقوق وفرائض بھی یکساں ہونے چاہئیں۔ اس کے برعکس اسلام کے نزدیک دونوں کی صلاحیتیں الگ الگ ہیں۔ لہٰذا دونوں کا دائرۂ کار بھی الگ الگ ہے ہر جنس کو اس کی صلاحیتوں کے مطابق تمدنی ذمہ داریاں دی گئی ہیں۔ پھر دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی پر اللہ کے ہاں یکساں قدر، قیمت اور اجروثواب کے مستحق ہیں۔

الگ صلاحیتیں، الگ دائرۂ کار

اسلام مرد اور عورت دونوں کی فطری اور جسمانی صلاحیتوں کے لحاظ سے معاشرے میں ان کو الگ الگ ایسا دائرہ کار مہیا کرتا ہے، جس میں کام کر کے وہ بہترین طریقے پر معاشرے کو فائدہ پہنچا سکیں اور تعمیر تمدن میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ اس کے برعکس مرد و عورت دونوں کو مغربی نظریہ مساوات یکساں صلاحیتوں والا قرار دے کر دونوں کو ایک ہی حیثیت سے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عورت اپنی فطری صلاحیتوں کے برعکس دوسرے مقام پر استعمال کی جاتی ہے تو اس کا اپنا تشخص اور صحت بھی برباد ہوتی ہے اور معاشرہ بھی اس کے خراب نتائج سے نہیں بچ سکتا۔

ایک اٹل حقیقت:

یہ ایک حقیقت ہے کہ مرد بارآور تو کر سکتا ہے مگر وہ حمل، زچگی اور رضاعت کی ذمہ داریاں نہیں ادا کر سکتا، نہ ہی وہ بچوں کی پرورش اور گھر گرہستی کی الجھنوں کو سلجھانے کا کام کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس عورت بارآور تو نہیں کر سکتی مگر وہ ذریعۂ تخلیق ضرور ہے۔ پھر وہ گھر سنبھالنے کے لئے تو خداداد قابلیت رکھتی ہے، مردوں کی طرح میدان جنگ کے معرکے سر نہیں کر سکتی اور سڑکیں اور پل نہیں

بنا سکتی۔ یہ دونوں کے درمیان ان کی صلاحیتوں کی بنا پر فطری و قدرتی تقسیم ہے۔ اگر مرد کے لئے حاملہ نہ ہوسکنا، گھر کے معاملات کو سلجھا نہ سکنا، بچوں کی پرورش نہ کر سکنا، کوئی عیب نہیں ہے تو پھر عورت کے لئے مردانہ کام کیوں اور کس اصول کے تحت ضروری قرار دیئے جائیں؟ اگر عورت فطری حد بندیوں کو توڑ کر مرد کے دائرہ کار میں گھسنے کی کوشش کرے گی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی اپنی بقائے نسل اور خاندانی نظام کے تحفظ کی صلاحیتیں تو برباد ہوں گی ہی مگر مردوں کے کام بھی وہ اچھی طرح نہ کر سکے گی اور لازمی نتیجہ پوری معاشرتی زندگی کے بگاڑ کی شکل میں نمودار ہوگا۔

عورت کی ذمہ داریوں کا احترام

پھر اسلام تو عورت کی ذمہ داریوں کو بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اس کی نگاہ میں گھر کے ادارے انسان سازی کے ادارے ہیں جہاں اگلی نسلوں کی تعمیر ہو رہی ہے۔ یہ کام تمام بیرونی کاموں کے مقابلے میں اہم اور ضروری ہے۔ لہٰذا عورت بحیثیت ماں اتنی قدر کی مستحق ہے کہ جنت اسی کے قدموں تلے رکھ دی گئی ہے اور مرد کے مقابلے میں اس کو تین گنا زیادہ مقام دیا گیا ہے۔ بحیثیت بیٹی وہ اللہ کی رحمت ہے، ہر بوڑھی خاتون سب کی ماں ہے اور بیوی کو وہ مقام حاصل ہے کہ دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی کو قرار دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس مغربی نظریہ کے مطابق عورت کے لئے ماں یا بیوی بننا باعث حقارت ہے۔ اس کی عزت اس میں ہے کہ وہ باہر نکل کر فیکٹریوں، کارخانوں، اداروں وغیرہ میں کام کرے، سڑکیں کوٹے، پل بنائے، کال گرل بنے۔ اب فیصلہ ہو جانا چاہئے کہ عورت کا وہ استعمال مناسب اور تعمیری ہے جو مغرب میں ہو رہا ہے یا وہ فرائض، قدر و منزلت اور اہم مقام جو اسے اسلام دے رہا ہے؟

چوتھا باب

اسلام اور نظریہ مساوات

اسلام اس نظریہ مساوات کا بہت سخت مخالف ہے جہاں دونوں اصناف کا ایک ہی میدان کار ہو۔ ہر دفتر، کارخانہ، کھیت، بازار، تعلیم گاہ، ہسپتال ہوائی جہاز، پارلیمنٹ ہاؤس ہیں ہر جگہ شانہ بشانہ دونوں مصروف عمل ہوں اور ان میں محرم غیر محرم کا کوئی امتیاز نہ ہو۔ ایسی مخلوط سوسائٹی میں تو بے حیائی، فحاشی، عریانی کا وہ خوفناک طوفان اٹھتا ہے جسے اسلام کسی قیمت پر گوارا نہیں کرتا، اسلام کو تو یہ بھی گوارا نہیں کہ عورتیں مردوں کا سا لباس پہنیں یا رفتار و گفتار میں ان جیسا بننے کی کوشش کریں۔ اللہ نے جس کو جو کچھ بنا دیا ہے وہ اس پر مطمئن اور قانع رہے، اپنی ذمہ داریاں ادا کرتا رہے تو وہ اس کا پورا پورا اجر و معاوضہ اللہ سے وصول پائے گا۔

ارشاد ربانی ہے:

ولا تتمنّوا ما فضّل اللہ بہ بعضکم علی بعض للرّجال نصیب مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما اکتسبن واسئلوا اللہ من فضلہ ان اللہ کان بکل شئی علیما ۔ (النساء : ۳۲)

ترجمہ:۔ ”جس چیز میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی ہے اس کی تمنا نہ کرو۔ مردوں کو حصہ ملے گا اس میں سے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کو حصہ ملے گا اس میں سے جو انہوں نے کمایا، اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“

اس آیت سے واضح ہو رہا ہے کہ عورت اور مرد دونوں ایک دوسرے کی خصوصیات پر رشک کرنے کے بجائے اپنے اپنے حصہ کی نعمتوں پر اللہ کے شکر گزار رہیں اور ان کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ اللہ نے اپنی فیض بخشیوں سے مرد و عورت دونوں کو یکساں فیضیاب کیا ہے۔ اگر مرد کو مادۂ تخلیق دیا ہے تو عورت کو ذریعۂ تخلیق بنایا ہے اور تعمیر نسل کا فریضہ اس کو دیا ہے۔ اگر مرد حکمرانی و جہانبانی کی صلاحیت رکھتا ہے تو عورت گھر بنانے اور سنوارنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ مرد کے اندر اگر سختی، قوت اور عزیمت کے اوصاف ہیں تو عورت کے اندر دلربائی، دلکشی، شیرینی نرمی اور محبت ہے۔ کچھ علوم و فنون سے لگاؤ مرد کو ہے تو کچھ خاص علوم و فنون سے عورت کو بھی فطری مناسبت ہے۔

غرض یہ کارخانہ قدرت اپنی زیب و زینت کے لئے مرد اور عورت دونوں کے اوصاف کا یکساں محتاج ہے۔ تمدن ان دونوں کی فطری صلاحیتوں کی ہم آہنگی سے ہی ترقی پذیر ہو سکتا ہے۔ اگر ایک بھی صنف تمدن کی تعمیر میں اپنا اصل رول نہ کرے تو تمدن ٹھٹھر کر رہ جاتا ہے۔

ایک اہم تقاضہ

فلسفۂ مساوات کا ایک اہم تقاضہ یہ بھی ہے کہ عورتوں کی کتاب ہدایت ... ہوتی، ان کی پیغمبر یا معلمہ الگ ہوتی اور اس سے براہ راست اللہ کے احکام ... کئے جاتے۔ مگر خالق کائنات نے ایسا نہیں کیا۔ تو کیا اس صورت میں ... ات کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔۔۔؟

مرد کی نقالی کی ممانعت

نہ تو مرد کے لئے زیبا ہے کہ عورت کی ادائیں اختیار کرے یا اس ...

دلربائی و دلکشی کی ریس کر کے مرد مؤنث بنے اور نہ یہ بات عورت کے لئے مناسب ہے کہ وہ مردانہ چال ڈھال، رفتار و گفتار اختیار کرے یا مردانہ کام کر کے زن مذکر بنے۔ اس قسم کی چھچھوری حرکتیں کرنے والے دراصل اللہ کی تقسیم کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر (نعوذ باللہ) لعن طعن کرتے ہیں اور "کوا چلا ہنس کی چال، اپنی چال بھی کھو بیٹھا،، کے مصداق بن کر رہ جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات آگے آ رہے ہیں۔

مغرب میں بھی مرد ہی گھر کا حاکم ہے

مغربی معاشروں میں لمبی چوڑی "تحریک نسواں" چلنے کے باوجود آج بھی گھر میں مرد ہی حاکم ہے۔ وہی اپنے گھر کی پالیسی طے کرتا ہے۔ پھر ملک کی پالیسیاں بھی مرد ہی طے کرتے ہیں، سول میں، فوج میں، ملازمتوں میں غرض ہر جگہ مرد ہی کا کنٹرول ہے لہذا مغرب میں بھی خواتین اپنے "نظریۂ مساوات مرد و زن" کا نئے زاویوں سے جائزہ لینے پر مجبور ہو گئی ہیں۔ مگر ان کے نظریات میں ابھی تک ٹیڑھ موجود ہے، اب وہ ملازمت اور گھر دونوں میں اس طرح توازن پیدا کرنا چاہتی ہیں کہ اپنے مردوں کے ساتھ تصادم نہ ہو بلکہ ان کے ماتحت بن کر دونوں کام چلائیں۔ فرق صرف اتنا پڑا ہے کہ وہ پہلے مردوں کو اپنا مدمقابل اور فریق ثانی سمجھتی تھیں اور اب ان کے ساتھ موافقت کرنا چاہتی ہیں، لیکن معاملات ان کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں۔ مرد خود ان کے مدمقابل اور حریف بن چکے ہیں۔ اس لئے یہ بحث کہ مرد افضل ہے کہ عورت؟ یا دونوں برابر ہیں؟ سرے سے غلط ہے۔ جہاں کہیں عورتوں نے فطرت کی عطا کی ہوئی ذمہ داریوں سے گریز کرتے ہوئے مرد بننا چاہا۔۔۔۔، چاہے سڑکوں پر گھومیں، ہوائی جہاز اڑائیں، جج اور

وکیل بنیں، عمر بھر شادی نہ کریں، مرد کے مساوی بننے کے شوق میں مسلسل اپنے شوہروں کو طلاق دیتی چلی جائیں، جوانی سے قبر تک برتھ کنٹرول کرتی چلی جائیں الغرض مرد بننے کے لئے جو کچھ چاہیں کریں، کوئی مردان پر رشک کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ بلکہ ان سب حرکتوں سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ احساس کمتری کا شکار ہیں اور جتنا زیادہ وہ برتری کا اظہار کریں گی اسی حساب سے ان کے اندرونی احساس کمتری کا اندازہ ہوتا جاتا ہے۔ لہذا صحیح راہ یہی ہے کہ وہ مردوں کے ماتحت رہیں اور ان کے ساتھ موافقت سے اپنے معاملات چلائیں یعنی فطری ذمہ داریاں ادا کریں۔ چنانچہ اب مغرب کی دانشور خواتین جو خود کچھ عرصہ پہلے " مساوات مرد وزن " کے نظریہ کی شدت سے قائل تھیں، اپنے نظریات سے رجوع کرتے ہوئے خواتین کو گھروں میں واپس لوٹ آنے کے مشورے دے رہی ہیں۔

مغرب میں عورت کا بدترین استحصال

''نظریۂ مساوات مرد وزن'' دراصل عورت کے بدترین استحصال کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ عورت کا طبعی وظیفۂ حیات تو بہرصورت آج بھی عورت کو انجام دینا پڑتا ہے، تخلیق انسانی تو آج بھی ماں کے پیٹ میں ہوتی ہے۔ بچے کی پرورش بہرصورت ماں ہی کی آغوش میں ہوتی ہے، ان کاموں میں تو کوئی مرد عورت کا ہاتھ نہیں بٹا سکتا۔ البتہ ملازمت اور کسب معاش میں عورت مرد کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ اس طرح معاشرتی زندگی کا ڈیڑھ گنا بوجھ تو عورت پر پڑ گیا اور صرف آدھا بوجھ مرد کے حصہ میں آیا۔ کیا یہی وہ مساوات ہے جس کا ڈھنڈورا مغرب پیٹتا رہتا ہے اور جس کو وہ مسلمانوں میں زبردستی رائج کرنا چاہتا ہے؟ وہ چاہتا ہے کہ جس طرح مغرب میں اس نام نہاد مساوات کے نتیجے میں گھر

کا آرام اور ذہنی سکون ختم ہو گیا ہے اور معاشرہ کے لئے بے شمار مسائل پیدا ہو گئے ہیں، مسلمانوں کو بھی اسی معاشرتی انتشار اور انارکی کا شکار بنا دیا جائے۔ انجام کار یہ راستہ تباہی و بربادی کا ہی ہے۔ مغرب کے زیر اثر یہ تحریک نہ صرف اس طبقے کے مصائب میں اضافہ کرے گی بلکہ معاشرے کو بھی بے شمار نقصانات سے دوچار کرے گی۔